بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

۱۹۷۲ء کے عام انتخابات، ملک کی موجودہ افسوسناک حالت، اور مسلم مسائل کے متعلق "تیج ویکلی" کے نامہ نگار کے اصرار پر پچھلے دنوں میرا ایک انٹرویو شائع ہوا تھا "تیج ویکلی" مسلم حلقوں میں برائے نام ہی پڑھا جاتا ہے، ادھر مضمون کا تقاضا یہ تھا کہ مسلم حلقوں میں اس کا زیادہ سے زیادہ تعارف ہو، اصلاً اس طرح کے مضامین کی صحیح جگہ اخبارات ہیں، لیکن میرے پاس کوئی اخبار نہیں ہے اور ہر اخبار کی اپنی اپنی مصلحتیں ہوتی ہیں، وہ چاہتے ہیں تو غیر ضروری مضامین کو جلی عنوانات کے ساتھ شایع کر دیتے ہیں، نہیں چاہتے تو اہم اور ضروری مضمونوں کو بھی نظر انداز کر دیتے ہیں، اس لیے مناسب خیال کیا گیا کہ یہ انٹرویو "برہان" کے "نظرات" میں محفوظ ہو جائے ــ جو اخبارات اس کو شایع کرنا مفید سمجھیں "برہان" سے نقل کر سکتے ہیں۔

حالات میں اس قدر اتار چڑھاؤ ہے کہ ۷۲ء کے عام چناؤ کے متعلق ابھی کوئی آخری اور قطعی رائے دینی مشکل ہے۔ نازک تر بات یہ ہے کہ غیر معمولی شور و غوغا کے باوجود ملک میں کوئی ایسی مضبوط اور صالح اپوزیشن نہیں بن سکی جو برسر اقتدار جماعت کی جگہ لے سکے اور ان ذمہ داریوں کو پورا کر سکے جن کی پچاس کروڑ انسانوں کی آبادی سے زیادہ ملک کے نظم و نسق کو کامیابی کے ساتھ چلانے کی ضرورت ہے۔

ان حالات میں دھڑے بندیوں اور اندرونی کمزوریوں کی وجہ سے اگر کانگریس اس دفعہ برسر اقتدار نہ بھی آسکی تو اس سے استحکام اور ترقی کی بجائے ملک میں مزید افراتفری پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

موجودہ کانگریس کے متعلق میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ اس کے بہت سے افراد جن کے ہاتھ میں زمام کار ہے۔ اقتدار کے نشہ میں مست ہو گئے ہیں اور ان میں وہ ولولہ اور اصول کے لئے قربانی دینے کا جذبہ باقی نہیں رہا جو کبھی اس تاریخی جماعت کی خصوصیت تھی۔

اب کانگریس محض قدیم روایات کا نام لے کر ان نئی جماعتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی جو تازہ جوش اور ولولہ کے ساتھ کانگریس کے ماضی اور اس کی سیکولر ڈیموکریسی کی پالیسی کو ڈائنامیٹ کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔ شاید ان ہی اندیشوں کی بنا پر گاندھی جی نے کانگریس کے موجودہ ڈھانچے کو توڑنے کا مشورہ دیا تھا۔

لیکن اس کے باوجود بھی کانگریس کی موجودہ لیڈرشپ اگر اسے ضروری سمجھتی ہے تو اس کے

پاک کرنا ہوگا جن میں پھنس کر اس کی انقلابی روح مضمحل بلکہ فنا ہوتی جارہی ہے۔

مسلمانوں کے مسائل اور ان کے کردار کے بارے میں آپ نے زور دیتے ہوئے کہا کہ میں بے جھجک کہہ سکتا ہوں کہ تقسیم ملک کی افسوسناک اور تاریخی غلطی کے بعد اگر یہ جماعت ان کے زخموں پر مرہم رکھنے کی صدقدلانہ کوشش کرتی تو آج مسلمان کانگریس سے اس قدر دور نہ ہوتے وہ بے نوا اور پریشان حال تھے ان کو ایک نگاہِ محبت کی ضرورت تھی۔

ان کی موجودہ حالت یہ ہے کہ اس جماعت کے طریقِ عمل سے تنگ آئے ہوئے ہیں اور کوئی دوسری ایسی تنظیم ان کو نظر نہیں آتی جس میں شامل ہو کر پارلیمنٹری پالیٹکس اور زندگی کے دوسرے میدانوں میں اپنا حق ادا کرسکیں۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہی نکلنا چاہئے تھا کہ چھ کروڑ انسانوں کی یہ عظیم الشان تعداد ملک کی عملی سیاست میں تقریباً بے اثر ہو کر رہ گئی ہے۔

پچھلے الیکشنوں کے برخلاف موجودہ انتخابات میں مایوسی اور غم والم میں ڈوبے ہوئے مسلمانوں نے اکثر مقامات پر کانگریس کے خلاف اپنی رائے کا استعمال کرکے زندگی کا ثبوت دینے کی سعی کی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں تو زندگی کیا آتی کانگریس کو البتہ ناقابلِ تلافی نقصان پہنچ گیا۔

غور کیا جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہماری یہ قدیم اور وسیع دعظیم جماعت اگر اپنے اصول اور روایات کے ساتھ زندہ رہنا چاہتی ہے تو اس کو مسلم مسائل پر خاص توجہ دے کر اس ملک کے کروڑوں باشندوں کا زائل شدہ اعتماد واپس لانا چاہئے جنھوں نے تمام خطرات سے بے پرواہ ہو کر پچھلے الیکشنوں میں کانگریس کو ووٹ دیا تھا ان مسائل کے حل سے نہ صرف یہ کہ ملک کی ایک ایسی اقلیت مطمئن ہوگی جس کے وجود سے اس جماعت کے ڈھانچے میں روحِ تازہ واپس آسکتی ہے بلکہ اس سے پورے ملک کو استحکام ملے گا اور فرقہ پرست طاقتیں مایوس ہو کر دم توڑنے لگیں گی۔

اس مرحلہ پر مجھے یہ بھی کہہ دینا چاہئے کہ یہی وقت ہے کہ موجودہ پارلیمنٹ کے مسلمان کانگریسی ممبران ایک زبان ہو کر اپنے لیڈروں پر اور مرکزی پارلیمنٹری بورڈ پر موثر دباؤ ڈالیں۔ اس کی بہت سی صورتیں ہوسکتی ہیں جن کی تفصیل اس وقت غیر ضروری ہے۔ پارلیمنٹ کے یہ مسلمان ممبر چاہیں تو صورتِ حال کے سدھار کے لئے بہت کچھ کرسکتے ہیں اور ڈسپلن کے حدود میں رہ کر کرسکتے ہیں۔ مگر شاید وہ کسی دوسری ہی دنیا میں بستے ہیں۔

صورتِ حال کا ایک اور بھی اہم پہلو ہے جس کی دہشت ناکی کا ابھی ہمیں پورا اندازہ نہیں اور وہ ہے ایک ایسے ملک کے رہنے والوں کا جارحانہ اور تشدد پسندانہ رجحان اور اس رجحان میں مسلسل اضافہ اور شدت۔ جس نے صرف عدمِ تشدد کی طاقت سے ملک کو ایک ایسے اقتدار سے آزاد کرایا تھا جس کے متعلق مشہور ہے کہ اس کے حدودِ سلطنت میں آفتاب غروب نہیں ہوتا تھا۔ دنیا کی بڑی بڑی یونیورسٹیاں ہمارے عدمِ تشدد کی حیرت انگیز اخلاقی طاقت کے فلسفہ پر ریسرچ کررہی ہیں اور ہم اس نعمت کو ٹھکرا کر صوبہ پرستی، زبان پرستی اور اسی طرح کی دوسری

نہیں کانگریس کے اقتدار پر ضربیں لگاتے وقت اس بات کا بھی خیال رکھنا ہوگا کہ ملک اسی کے ذریعہ اور واسطہ سے آزاد ہوا ہے اور آزادی کے بعد ملک کی صنعتی اور زرعی ترقی کے لئے اس نے اربوں کھربوں روپے کے پلان بنائے ہیں او بنا رہی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ بے تحاشا کرپشن، کارپردازوں کی ناتجربہ کاری اور بہت سی دوسری خرابیوں کی وجہ سے ان عظیم الشان منصوبوں اور پلانوں کے نتیجے خاطر خواہ نہیں نکل رہے ہیں اور ملک کا بال بال سودی قرضوں میں بندھ گیا ہے اگر خاطر خواہ نتیجے نکلتے تو آج ملک کی قسمت کا کچھ اور ہی انداز ہوتا۔ لیکن سالہا سال کی اس محنت کو اگر ہم نے گروہی سیاست اور کانگریس دشمنی کی قربان گاہ پر چڑھا دیا تو ان منصوبوں سے جو فائدے اب تک ہوئے ہیں یا ہونے والے ہیں وہ بھی خاک میں مل جائیں گے اور نتائج کی کامیابی اور شگفتگی کی جس توقع پر ہمارا ملک باہر کے سودی قرضوں کے بار کو برداشت کر رہا ہے وہ توقع بھی ختم ہو جائے گی۔

یہ وقت ازسر نو الف، بے، تے پڑھنے کا نہیں ہے جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے۔ اس اکھاڑ پچھاڑ میں کوئی بیدار اور مضبوط اپوزیشن وجود میں آجاتی تو بہت سی دشواریاں خود بخود دور ہو جاتیں لیکن یہاں تو عجیب کیفیت ہے کہیں نغمہ اور ساز میں ہمنوائی نہیں ہے۔

ہر ایک اپنی ڈفلی بجا رہا ہے یہی وجہ ہے کہ کانگریس کو شکست دینے کے جذبے میں کچھ سیاسی پارٹیاں اگر متفق ہونے کی جد و جہد بھی کرتی ہیں تو نظریوں کے اندھے اختلاف کی اندھیریوں کی وجہ سے چند قدم بھی ساتھ نہیں چل سکتیں اور پھر مزید انتشار کا سبب بنتی ہیں۔

ملکی فسادات کے بارے میں مفتی صاحب نے خاص طور پر اپنے خیال کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت سب سے اہم مسئلہ فسادات اور بے امنی کا ہے۔ ان فسادات نے مسلمانوں کے دل و جگر کو چھلنی کر دیا ہے اور عزت و آبرو کی بربادی کے علاوہ اقتصادی اور معاشی اعتبار سے بھی وہ تباہ و برباد ہوتے جا رہے ہیں۔

فسادات کی روک تھام کا واحد حل میری رائے میں ایک ہی ہے، وہ یہ کہ وطن دوست جذبۂ خدمت رکھنے والے مسلمان زیادہ سے زیادہ تعداد میں پولیس اور فوج میں لئے جائیں۔ ہمارے صاحبِ اقتدار حضرات توہمات اور اندیشوں سے بے نیاز ہو کر اس نسخہ کو آزما کر تو دیکھیں۔

آخر میں ایک بات مسلمانوں سے بھی کہنی ہے ان کو سوچنا چاہئے کہ حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں ان کو یہیں جینا اور یہیں مرنا ہے وطن کی عزت و آبرو کے ساتھ ان کی عزت و آبرو وابستہ ہے ان کو ہر حالت میں ملک کی فلاح و ترقی کے ہر کام میں بھرپور حصہ لینا چاہئے۔ دستور نے ان کو جو حقوق دیئے ہیں ان کی قدر کرنی چاہئے۔ آئینی اور دستوری حقوق کا مسئلہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے۔

آج کی جمہوری دنیا میں اس کی زبردست اہمیت ہے۔ جہاں تک ان حقوق کو عمل میں لانے کا تعلق ہے اس کے لئے ہمیں اپنی آواز کی مضبوطی کے ساتھ رائے عامہ کو اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ شکوہ و شکایت اور نالہ و شیون سے کبھی کوئی مسئلہ حل نہیں ہوا۔ اس عادت کو چھوڑنا ہی پڑے گا

قومی یا مشترک حکومت کے متعلق [illegible]